ڈاکٹر فرزانہ اقبال
لیکچرار گورنمنٹ ڈگری کالج ایبٹ آباد
ڈاکٹر ندیم حسن
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو یونیورسٹی آف چترال

اردو کی چند اہم مضمون نگار خواتین، ما قبل ۱۹۳۰ء

Dr. Farzana Iqbal
Lecturer, Govt Degree College Abbotabad.
Dr Nadeem Hassan
Assistant professor, Department of Urdu, University of Chitral.

Urdu Ki Chand Ehim Mazmoon Nigar Khawateen Ma Qabal 1930

The history of Urdu essay is very rich. To promote this genre the efforts of Molvi Zakaullah, Master Raam chandar, Sir Syed Ahmad Khan, Muhammad Husain Azad, Sheikh Abdul Qadir, Abul kalaam Azad, Abdul Majid Darya Abadi, Sajjad Ansari, Falak Paima, Majnoon Gorakpuri, Firaq Gorukpoori and many others could not be ignored in this regard .The female writers also wrote dozens of Urdu essays for the betterment and improvement of the social status of women. In this research paper the researchers has shed light on the efforts and contributions of women writers i.e Tayyiba Begum, Khajesta Akhtar Soheravordi, Khajest Sultana Begum, Rabia Begum, Paadshah Begum Sufi, Latif Un Nisa Begum, Qaisari Begum, Ummat ul Hameed Khanum, Ummat ul wahi, Ummat Ul karim and Ummat ul Aziz Begum for the promotion of Urdu essay.

Keywords: *Urdu essay, history, women essayist, introduction, contributions, Magzines, research, criticism.*

۱۸۸۰ کی دہائی میں برصغیر پاک و ہند کی خواتین، مضمون نویسی کا آغاز کر چکی تھیں۔ اگرچہ انہیں اپنے خیالات کے قلمی اظہار کیلئے کئی سماجی پابندیوں کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا تھا۔ مگر اس کے باوجود خواتین نے نہ صرف مضمون نگاری کے میدان میں اپنی خلاقانہ صلاحیتوں کے جوہر دکھائے بلکہ معاشرتی اصلاح اور تہذیبی شعور و آگہی کیلئے بہترین کردار ادا کیا۔ خواتین مضمون نگاروں کی تخلیقات کو فروغ دینے کے سلسلے میں اخبارات اور رسائل کی

اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

"پیسہ اخبار" نے سب سے پہلے خواتین کے مضامین کو ان کے ناموں کے بغیر شائع کیا۔ البتہ خاندان یا علاقے سے کسی مرد کی گواہی بطور سند ان مضامین کے ساتھ منسلک کی جاتی تھی کہ یہ مضمون خاتون کا ہی تحریر کردہ مضمون ہے۔ ان مضامین کو "ہندوستانی عورتوں کے مضامین" کے نام سے ۱۹۰۲ میں شائع کیا گیا۔[(۱)]

۱۹۰۱ میں لاہور سے مخزن جاری ہوا، یہ ایک عہد ساز رسالہ تھا۔ مخزن نے بلند پایہ مضامین شائع کئے۔ اس طرح "ادب العالیہ" کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ مخزن کے بعد رسائل کی اشاعت کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ مگر ایک بڑی حقیقت یہ ہے کہ مخزن کے اجراسے پہلے ۱۸۹۸ میں خواتین کا نمائندہ رسالہ "تہذیب النسواں" اشاعت پذیر ہو چکا تھا ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ اس حوالے سے تحریر کرتی ہیں:

> "خواتین کے رسالے اور اخبار جاری ہوئے۔ جن سے خواتین میں مضمون نگاری کا ذوق پیدا ہوا۔ زنانہ رسالوں میں سب سے پہلے مولوی سید احمد مئولف "فرہنگ آصیفہ" نے "النساء جاری کیا"[(۲)]

رسالہ "النساء" یکم اگست ۱۸۸۴ کو اشاعت پذیر ہوا تھا۔ اس سے قبل ۱۸۶۹ میں آگرہ سے "مفید عام" شائع ہوا۔ اس میں عورتوں کی تعلیم کی ضرورت و اہمیت اور افادیت پر مضامین شامل کئے جاتے تھے۔ ۱۸۸۱ میں حیدر آباد، دکن سے "معلم" اور ۱۸۸۴ میں لکھنوء سے "رفیق النسواں" بھی جاری ہو چکے تھے۔ ان رسائل کی اشاعت کے بعد مولوی سید احمد دہلوی نے "اخبار النساء" جاری کیا۔ امداد صابری "تاریخ صحافت اردو" میں اخبار النساء کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "اگرچہ اس سے قبل "مفید عام" آگرہ اور "رفیق نسواں" لکھنوء سے نکل چکا تھا۔ "مفید عام" میں اکا دکا مضامین اور تعلیم نسواں کی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ "رفیق نسواں" عیسائی عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ پھر پہلی مرتبہ خواتین کے مضامین اسی اخبار کے ذریعے منظر عام پر آئے"[(۳)]

۱۸۹۳ میں لاہور سے "شریف بیبیاں" اور ۱۸۹۴ میں حیدر آباد دکن سے "معلم النسواں" کا اجراء ہوا۔ معلم النسواں" کو تحریک نسواں کا اولین نقیب اور ترجمان قرار دیا جاتا ہے۔ یہ "معلم النسواں" کی کوششوں کا ثمر تھا کہ بہت کم مدت میں خواتین کے مضامین اس رسالے کو موصول ہونے لگے۔

یہ صدی اپنے اختتام کے قریب تر تھی جب "تہذیب نسواں" کی اشاعت عمل میں آئی۔ اس ہفت روزہ اخبار نے نسوانی صحافت کی فضا کو یکدم جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ خواتین مضمون نگاروں کے بیسیوں نام سامنے آئے۔ ڈاکٹر جمیل اختر کے بقول نذر سجاد حیدر، محمدی بیگم، آبرو بیگم، احمدی بیگم، زاہدہ خاتون (زخ ش) وحیدہ بیگم، عزیز فاطمہ، خورشید بیگم، قراۃ العین حیدر، حجاب امتیاز علی، زبیدہ زریں، جمیلہ بیگم، سنجیدہ اشرف علی، سلطانہ آصف فیضی، زہرا فیضی، صغرا ہمایوں جیسے متعدد ناموں کو اس رسالے نے متعارف کیا۔ (۴)

"تہذیب النسواں" (۱۸۹۸) کے بعد ۱۹۰۰ میں میرٹھ سے "سفیر قیصر" اور لکھنؤ سے "پردہ عصمت" جاری ہوئے۔ ان نسوانی رسائل کا ذکر رسائل کی تاریخ میں بہت کم ملتا ہے۔ تہذیب النسواں کے بعد دو بڑے نسوانی رسائل نظر عام پر آئے۔ رسالہ "خاتون" اور رسالہ "عصمت" نے اردو کی مضمون نگار خواتین کے فن کو نکتہ عروج پر پہنچا دیا اور طبقہ اناث کو اپنے حقوق کے حصول کے لئے قلم کا موثر استعمال سکھایا۔ ان مستورات میں عباسی بیگم، اکبری بیگم، احمدی بیگم، حسینی بیگم، امراو بیگم، خیر النساء بیگم، ممتاز جہاں بیگم، آصف جہاں، فاطمہ محمدی بلقیس جہاں، اخلاق فاطمہ، حامدہ بیگم، ڈاکٹر شائستہ سہروردی خاتون اکرم، زہرا فیضی، حجاب امتیاز صغری ہمایوں مرزا اور بیسیوں نام شامل ہیں۔ مگر افسوس ناک امر یہ ہے کہ سماجی پابندیوں میں قید مستورات نے تخلیقی جوہر تو دکھائے مگر مسلم اشرافیہ کی جبریہ اقدار نے خواتین کو اصل نام کے ساتھ علمی و ادبی دنیا میں وارد ہونے کی اجازت نہ دی۔ (۵)

خواتین کی تخلیقات کو نظر انداز کرنے اور ان کی نگارشات کے اعتراف سے گریز کا نتیجہ ہے کہ "فوائد الناظرین"، "قرآن السعدین" اور "محب ہند" کا ذکر تاریخ کی کتب میں موجود ہے۔ مگر "زمانہ اور "مخزن" کے شانہ بشانہ شائع ہونے والے "رسالہ النساء" "معلم النسواں" "تہذیب النسواں" "عصمت" اور "خاتون: جیسے اہم نسوانی رسائل سے ادب اور صحافت کا طالب علم ناواقف ہے۔ نسوانی رسائل صرف خواتین کے مضامین کی اشاعت کیلئے ہی مختص اور محدود نہ تھے بلکہ خواجہ حسن نظامی، شیخ محمد اسمعیل، مولوی ممتاز علی، حامد حسن قادری، شیخ عبد اللہ، علامہ راشد الخیری، عبد الحلیم شرر، سجاد حیدر یلدرم، حفیظ جالندھری، ڈاکٹر بشارت احمد، غلام عباس، پطرس بخاری، پریم چند اور سید امتیاز علی تاج جیسے ادبا کی نگارشات بھی ان ادبی رسائل کی زینت بنتی رہتی تھیں۔

قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ اس دور کی نمایاں مضمون نویس مستورات کی تحاریر مخزن، زمانہ، کہکشاں اور شباب اردو جیسے بلند پایہ رسائل میں بھی شائع ہوتی تھیں۔ لیکن تنقید کی دنیا میں انہیں نظر انداز کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ اردو مضمون نگاری کے ارتقاء میں ۱۹۳۰ سے قبل جن خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں سے چند مستورات

کا تعارف پیش خدمت ہے۔

طیبہ بیگم:

طیبہ بیگم بلگرامی (مسز خدیو جنگ) نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کی دختر نیک اختر تھیں۔ ۱۸۷۳ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئیں اور ۱۹۱۳ء میں وفات پائی۔ ہندوستان میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کرنے والی پہلی مسلم خاتون طیبہ بیگم ہی تھیں۔ ۱۸۹۶ء میں آپ کی شادی مرزا کریم خان، الخاطب نواب خدیو جنگ سے ہوئی۔

طیبہ بیگم کو مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ اُردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان پر بھی دسترس رکھتی تھیں۔ نصیر الدین ہاشمی تحریر کرتے ہیں:

> "انگریزی مضمون نگاری میں خاص مہارت رکھتی تھیں۔ بعض ہندوستانی نظموں کا آپ نے انگریزی ترجمہ کیا تھا۔ اور یہ انڈین میگزین لندن میں طبع ہو کر مقبول ہوئے اور اتنے پسند کئے گئے کہ ان کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں بھی ہوا۔ ان کے انگریزی خطوط بھی قابل قدر ہیں۔ جن سے ان کی انشاء پردازی اور وسیع نقطہ نظر کا پتہ چلتا ہے۔"(۶)

طیبہ بیگم کو انگریزی مضمون نویسی پر بھی کامل عبور حاصل تھا۔ انہوں نے کئی اُردو نظموں کا انگریزی ترجمہ کیا بعد میں یہ منظومات فرانسیسی زبان میں منتقل کی گئیں۔ اس طرح اُردو زبان کی خدمت کا حق طیبہ بیگم نے بدرجہ احسن انجام دیا۔ آپ کی سماجی سرگرمیاں بھی قابل قدر ہیں۔ آپ نے خواتین کی انجمنوں کے قیام، جلسوں کے انعقاد، علمی و ادبی اداروں کی سرپرستی اور تحریر و تقریر کے ذریعہ بے شمار علمی، ادبی، سماجی و فلاحی کاموں میں حصہ لیا۔ (۷) طیبہ بیگم نے تین ناول لکھے "انوری بیگم" "حشمت آرا" اور "اسرار سلیمانی"۔ ان کا ناول "احمدی بیگم" ان کی زندگی میں زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکا۔ مسز شبلی کے انگریزی ناول فرانکن سٹائن کا انگریزی ترجمہ وہ مکمل نہ کر پائیں کہ فرشتہ اجل نے آلیا۔ اس کے علاوہ ان کی تقاریر اور خطبات الگ ادبی مقام رکھتے ہیں۔ طیبہ بیگم کے خطبات کو ان کی فاضل دختر سکینہ بیگم نے مرتب کیا۔ یہ خطبات وسعت معلومات اور عمدہ خیالات کا زریں خزانہ ہیں۔ انہیں ادارہ ادبیات اردو نے "رسائل طیبہ" کے نام سے شائع کیا۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ تحریر کرتی ہیں:

> "طیبہ بیگم کا مطالعہ وسیع تھا۔ اس وجہ سے تحریر میں علمی رنگ ہے ان کے خطبات میں یہ رنگ زیادہ نمایاں ہے۔ انگریزی فارسی، عربی اور اُردو چاروں زبانوں پر مصنفہ حاوی معلوم ہوتی ہیں۔ سرسید نے نثر نگاری کا جو سادہ و دلکش اسلوب اختیار کیا تھا طیبہ بیگم نے اس کی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کامیاب پیروی کی۔ ان کی تحریریں سر سید ہی کی جیسی مدلل اور بے ساختہ ہیں۔ بقول فاضل مرتب "رسائل طیبہ"، ان کے خلوص نے ان کی تحریروں کو مؤثر اور دلنشین بنادیا تھا۔ طیبہ بیگم کا طرز تحریر اپنی ہم عصروں میں سب سے زیادہ دلکش ہے۔"(۸)

خجستہ اختر سہروردی:

آپ بنگال کے سہروردی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ اُردو مضمون نویسی کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہیں:

"اس ابتدائی دور کے لکھنے والیوں میں ان کے مختصر مضامین قابل مطالعہ ہیں۔"(۹)

آپ ایک بہترین ناول نگار بھی تھیں۔ انہوں نے ایک ناول" آئینہ عبرت"کا ترجمہ کیا۔ یہ ناول زبان وبیان کی خوبیوں سے آراستہ تھا۔ یہ خجستہ اختر کا قلمی کارنامہ تھا کہ اس ناول کو ۱۹۱۱ء میں کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ "خاتون"، "عصمت"اور"تہذیب النسواں"میں ان کے علمی وفکری مضامین شائع ہوتے تھے۔

خجستہ سلطانہ بیگم:

خجستہ بیگم بنت نصیر الدین قدیم مضمون نگار، مصنف اور شاعرہ تھیں۔ آپ نصیر الدین ہاشمی کی دختر نیک اختر تھیں۔ جنہوں نے ہندوستان کی خواتین کے علمی وادبی کارناموں کو قلم بند کیا۔ آپ نے کافی مدت تک محبوبیہ گرلز ہائی سکول میں بطور عربی، فارسی، اور اُردو معلمہ فرائض انجام دیئے۔ اس وقت کے مشیر تعلیمات مسٹر میہو نے آپ کے مطالعہ، قابلیت اور وسیع معلومات کی تعریف کی۔ آپ کی کئی کتابیں شائع ہوئیں۔ ان کی مشہور تصنیف، تاریخ ہند کی کہانیاں، ۱۹۲۰ء میں شائع ہوئی۔ "تاریخ تیموریہ"شائع نہیں ہو سکی مگر حکومت نے اس پر خجستہ سلطانہ کو انعام سے نواز کر اس کا حق تصنیف ادا کر دیا۔ آپ ایک بڑی مضمون نگار تھیں۔ آپ کے کئی مضمون رسالہ جات عصمت، خاتون، ظل سلطان اور افادہ میں شائع ہوئے ہیں۔ ان مضامین میں خجستہ سلطان بیگم کے وسیع مطالعہ اور بلند خیالی کا پتہ چلتا ہے۔(۱۰)

رابعہ بیگم:

آپ احمد صاحب کی دختر تھیں۔ آپ کی بڑی ہمشیرہ سارہ بیگم نے بھی مضمون نگاری میں نام کمایا۔ نصیر الدین ہاشمی آپ کا تعارف تحریر کرتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"احمد صاحب کی دختر سارا بیگم کی چھوٹی بہن، حیدر آباد میں ۱۳۱۸ء میں تولد ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی اور پھر محبوبیہ اسکول سے جونیئر کیمبرج کا امتحان پاس کیا۔ اِسی مدرسہ میں عرصہ تک عربی، فارسی اور اُردو کی تعلیم دیتی رہیں۔ اُردو شاعری اور نثر نگاری سے پوری دلچسپی تھی۔ (۱۱)

رابعہ بیگم کو نثر نویسی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ کی علمی اور معاشرتی تقریریں وسیع معلومات پر مبنی ہوتی تھیں۔ یہ دلچسپ تقاریر سماجی فلاح کے مقصد کے پیش نظر نشر بھی کی جاتی تھیں۔ آپ اپنے اکثر مضامین محبوبیہ گرلز اسکول کے جلسوں میں سناتی تھیں۔ رسالہ افادہ اور رسالہ سب رس میں آپ کے بلند پایہ مضامین شائع ہوتے رہے۔ (۱۲) ہندوستان کے تقریباً تمام ادبی رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوئے۔ یہ آپ کی علمی استعداد اور قابلیت کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کے ناول "سوتیلی ماں" کو بھی شہرت حاصل ہوئی۔

پادشاہ بیگم صوفی:

آپ نواب محمد یار جنگ کی دختر تھیں۔ نواب صاحب عربی، فارسی علوم کے ماہر اور محدث تھے۔ آپ ایک روشن خیال بزرگ تھے انہوں نے اپنے بیٹوں کو یورپ سے تعلیم دلوائی۔ وہ ہندوستانی معاشرے کی عام سوچ کے برخلاف لڑکیوں کی تعلیم کے زبردست حامی تھے۔ اس دور میں ایک عام بحث یہ چھڑ چکی تھی کہ کالج کی پڑھائی لڑکیوں کے لئے پردہ کے ساتھ ناممکن ہے لیکن نواب صاحب اس کے خلاف تھے۔ وہ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کو لڑکوں کی تعلیم پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ماں جب تک تعلیم یافتہ نہ ہو، لڑکوں کی تعلیم و تہذیب نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر لڑکے سن رشد تک پہنچ کر اعلیٰ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ تعلیم اور ترقی نسواں کے لئے قائم انجمنوں کی آپ سرگرم رکن تھیں۔ رفاع عامہ کے کاموں سے خصوصی شغف رکھتی تھیں۔ خواتین کی تعلیمی مشکلات کو رفع کرنے اور نسوانی طبقہ میں تعلیم کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتی تھیں۔

لطیف النساء بیگم:

لطیف النساء بیگم حیدر آباد کی علمی دنیا میں خاصی شہرت کی حامل علمی اور ادبی شخصیت تھیں۔ آپکے والد سید مظفر الدین مہتمم پولیس کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ کا عقد سید یوسف علی سے ہوا جو سٹی کالج میں لیکچرار کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم محبوبیہ گرلز ہائی سکول سے حاصل کی پھر جامعہ عثمانیہ سے بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگریاں حاصل کیں۔ آپ تعلیم المعلمات میں معلمہ رہیں۔ آپ کو نظم و نثر دونوں پر قدرت حاصل

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تھی۔ رسالہ سب رس کی خصوصی مضمون نگار تھیں۔ (۱۳)

لطیف النساء بیگم کو نثر نگاری سے خصوصی شغف تھا۔ ان کی تحریر پختہ اور رواں ہے۔ اسلوب کی متانت اور فکر میں بلند خیالی ان کی کہنہ مشقی پر دلالت کرتی ہے۔ نزدولی میں آپ کا طویل دلچسپ مقالہ "ولی تخیل" شامل ہوا جو اپنے گوناں گوں خصوصیات کے باعث ممتاز تھا۔ یہ ایک شاہکار تخلیق تھی اس کے علاوہ "اقبال اور اس کی شاعری" ایک محققانہ مضمون۔ "من کی بپتا" آپ کا بہترین کارنامہ ہے یہ معاشرتی تصنیف ادارہ ادبیات اُردو کی جانب سے شائع ہوئی۔ ایم۔اے کے امتحان میں آپ نے "اُردو شاعری میں تصوف" کے عنوان پر مقالہ قلمبند فرمایا تھا۔ یہ مقالہ بھی دنیائے اُردو میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ (۱۴)

قیصری بیگم:

آپ مولوی شرف الحق مرحوم کی دختر اور مولانا نذیر احمد کی نواسی تھیں۔ آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام گھر پر ہی ہوا۔ اُردو زبان کے محسن اعظم مولوی نذیر احمد سے آپ نے بخوبی استفادہ کیا:

> "اُردو مضمون نگاری سے دلچسپی رکھتی ہیں۔ النساء اور عصمت کی پرانی مضمون نگار ہیں۔" (۱۵)

آپ کی تحریریں "النساء" میں زیادہ شائع ہوتی تھیں۔ بحیثیت مسلمان اس معاشرے کا مفید فرد بننے کے لئے ہمارا عمل کیا ہونا چاہیے۔ اس پر ان کے خیالات کچھ یوں ہیں:

> "وقت تھوڑا اور کام بہت ہے۔ ہم کو ہر وقت یہ خیال اپنے دل میں رکھنا چاہیے کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا کوئی کام شرع سے باہر نہ ہو۔ صرف نام کے مسلمان بننے سے فائدہ نہیں بلکہ اصل دینداری وہی ہے کہ ہمارا گھر دینداری کا پورا نمونہ ہو۔ اور ہمارا ہر کام ایسا ہو جو خدا اور اس کے رسول مقبول کے پسند سے باہر نہ ہو۔" (۱۶)

امتہ الحمید خانم:

آپ رسالہ "تہذیب النسواں" اور "عصمت" کی باقاعدہ مضمون نگار تھیں۔ آپ کے ابتدائی مضامین ۱۹۱۶ء کے شمارہ میں ملتے ہیں۔ ۱۹۲۰ء کے بعد ان مضامین کی تعداد میں اضافہ ہوا اور تقریباً ہر شمارہ میں آپ کی تحریریں شامل ہونے لگیں۔ علی گڑھ کے تعلیمی اداروں، انجمنوں اور کانفرنسوں کی رپورٹیں بھی آپ نے لکھ کر شائع کروائیں۔ "تہذیب نسواں" میں شائع ہونے والی تخلیقات پر آپ کے تبصرے تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ بچوں کی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

نگہداشت، تربیت، نفسیات اور لباس پر آپ کے مضامین تہذیبی ماؤں کے لئے معلومات اور رہنمائی کا وسیلہ تھے۔ ہنر مند اور سگھڑ خواتین کے لئے سلائی کڑھائی اور کھانا بنانے کی ہدایات بھی فراہم کرتی نظر آتی ہیں۔ اسلامی اور اخلاقی موضوعات پر آپ کے مضامین جامع اور دلچسپ ہیں۔ ان کا انداز ناصحانہ نہیں بلکہ سماجی رویوں کی جانب اشارہ کر کے فکر و عمل کی دعوت دیتی ہیں۔

امتہ الوحی:

آپ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ریاست ٹونک میں تحصیلدار تھے۔ آپ نے تقریباً دو سال ٹونک میں قیام کیا۔ آپ کی عمر چھ سال تھی کہ آپ کے والد کا تبادلہ گوالیار ہو گیا۔ آپ کی تعلیم کا ابتدائی دور گوالیار میں ہی شروع ہوا۔ گھر میں اسلامی قاعدہ پڑھانے کے علاوہ آپ کو مدرسہ میں بھی داخل کرایا گیا۔ تعلیم سے فطری رغبت کے باعث آپ نے دو سال کے عرصہ میں گھر پر قرآن پاک مکمل کر لیا۔ مدرسہ میں حساب کے ابتدائی مراحل سیکھے، اُردو لکھنے پڑھنے میں ترقی کی اور سینے پرونے میں بھی مہارت حاصل کرلی۔ اسی عرصہ میں آپ کے والد کو وطن واپس آنا پڑا۔ اور آپ کو تعلیمی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر یہ پابندیاں آپ کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں:

> "زنانہ و مردانہ اخبار ورسائل کے مطالعہ نے آپ کے تعلیمی ذوق میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ جبکہ آپ کی عمر گیارہ سال تھی۔ رسالہ "تہذیب النسواں" اپنے نام جاری کرایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی مکان میں لڑکیوں کا اخبار پڑھنا معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ اسی دوران مطالعہ میں آپ کو مضمون نویسی کا شوق پیدا ہوا اور آپ لکھنے لگیں۔ آپ کا طبعی میلان اصلاح کی طرف تھا۔ چونکہ مضامین فطری جذبات سے مملو رہتے تھے جو قدر کی نگاہوں سے دیکھے گئے۔"(۱۷)

آپ نے نکاح بیوگان، عقد ثانی کی مخالفت، تعلیم نسواں کی حمایت وغیرہ کے عنوان سے مضامین لکھے۔ یہ مضامین مذہبی رنگ لئے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کو مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ ۱۹۱۲ء میں امتہ الوحی کی شادی ہوئی۔ صاحب اولاد ہونے کے بعد بھی آپ کی مضمون نگاری کا سلسلہ جاری رہا۔ امتہ الوحی کے مضامین میں حقوق نسواں کی جنگ مؤثر دلائل کے ساتھ لڑی گئی ہے۔

امتہ الکریم:

بنت مولوی عبدالکریم ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔ اس کے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بعد والد صاحب نے عربی اور فارسی سکھائی۔ دس سال کی عمر میں فارسی کی اچھی خاصی استعداد حاصل کر لی تھی۔ آپ کا پہلا خط "اخبار وطن لاہور" میں ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا۔ یہ خط حجاز ریلوے کے لئے چندہ مہم کے متعلق لکھا گیا تھا۔ مولوی محمد انشاء اللہ خان صاحب نے اس خط سے ترغیب پا کر بچوں کے لئے "امتہ الکریم"فنڈ کے نام سے "حجاز ریلوے فنڈ" شروع کیا۔ یہ چندہ سلطان روم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ وہاں سے امتہ الکریم کو ایک تمغہ اور فرمان شاہی عطا ہوا۔ اور یوں تحریر و تقریر کا شوق مذید فروغ پانے لگا۔ اس کے بعد ہی آپ کا شوق مطالعہ اور مضمون نگاری بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے سولہ سال کی عمر میں "سفر نسواں" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں عورتوں کی جہالت کے مضر اثرات اور تعلیم کی ضرورت بہت مؤثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے۔ پڑھنے والوں کی رائے ہے کہ:

"سولہ سالہ لڑکی کی تصنیف ساٹھ سالہ تجربہ ظاہر کر رہی ہے۔"(۱۸)

آپ نے ہندوستان کے نامور تعلیمی اداروں میں معلمہ کے فرائض انجام دیئے۔ رفاعی اداروں کے ساتھ منسلک رہیں۔ سماجی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ بیگمات بھوپال آپ کی تقاریر، نظم اور قصائد کی گرویدہ تھیں۔ قومی تقاریب میں آپ سے نظم یا نثر کی فرمائش ہوتی تھی۔ ۱۹۲۶ء میں آپ کی شادی ہوئی اور نئی زندگی کی مصروفیات میں نغمہ طرازی اور مضمون آفرینی سے کنارہ کش ہو گئیں۔

امتہ العزیز بیگم:

آپ ایک معزز علمی خاندان کی فرد تھیں۔ آپ کے والد مولوی محمد خلیل اللہ معتمد مالگزاری کے مدد گار کے طور پر حیدر آباد میں ملازم تھے۔ آپ کے والد نے آپ کی تعلیم کا مناسب انتظام کیا۔ آپ نے اُردو فارسی اور عربی پر دسترس حاصل کی۔ اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت کی بدولت آپ نے جلد ہی علوم وفنون اسلامی کے اصل ماخذات کا مطالعہ کر لیا۔

آپ نے جوانی میں بیوگی اور پھر تین بچوں کی دائمی جدائی کا صدمہ بڑے صبر سے برداشت کیا اور تحصیل علم کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے رکھا۔ فقہ اسلامی کی کئی اہم تصانیف کو عربی اور فارسی سے اُردو میں منتقل کر کے مذہب اسلام اور اُردو زبان دونوں کی خدمت کا حق ادا کیا۔

امتہ العزیز کے یہ تراجم اس لئے اہمیت کے حامل ہیں کہ تعلیم نسواں کے ضمن میں ان کا مطالعہ مستورات کے لئے نہایت ضروری قرار دیا گیا تھا ان کتب کو "جہیزی کتب" میں شامل کرنے کے مشورے بھی دیئے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

جاتے تھے۔

مضمون نگار خواتین کے حالات کا مختصر جائزہ ثابت کرتا ہے کہ ان مستورات کو مختلف علوم اور زبانوں پر دسترس بھی حاصل تھی۔ ایسے وقت جب ہندوستان میں مستورات کا مدرسوں میں جا کر تعلیم حاصل کرنا باعث عار قرار دیا گیا تھا ان مستورات نے اپنی ذہانت اور قابلیت کے بل بوتے پر نامساعد حالات میں بھی تعلیم حاصل کی۔ کچھ خواتین نے گھر کی چار دیواری کے اندر علم حاصل کیا مگر اپنے قلم کی طاقت سے سماج کو بدلنے، طبقہ نسواں کو ان کا حق دلانے کے لئے آواز بلند کی۔ چند خواتین کو یورپ جا کر تحصیل علم کا موقع ملا۔ ان کی تحاریر کو دنیا کی دیگر زبانوں میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ خود ان مضامین نگار ۶ خواتین نے دنیا کی دیگر زبانوں کے ادب کو اُردو میں منتقل کیا گیا۔

مختلف ادوار میں جاری ہونے والے مختلف رسائل میں کئی مضمون نویس خواتین کے مضامین ملتے ہیں۔ مثلاً حضور النساء بیگم حسینی بیگم، احمدی بیگم، صغرا بیگم، عظمت النساء بیگم، سلطانہ بیگم، مہدی بیگم، کینز محمدی بیگم، بلقیس خاتون، کبریٰ خانم، آمنہ خاتون، بلقیس صمد بیگم، زکیہ خاتون، اخلاق فاطمہ محبوب النسائ، انوری بیگم، محبوب جہاں بیگم، حسینہ بیگم، مسز عباس علی، سلیمہ مرتضیٰ حمیدہ خانم، خدیجتہ الکبری، زبیدہ خاتون، نفیس فاطمہ، آصفہ خاتون وغیرہ وغیرہ ایسی خواتین ہیں جن کے مضامین کئی رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ مگر ان کے حالات، وسوانح تک رسائی تا حال نہیں ہو سکی۔ بیشتر خواتین کا علمی وادبی سفر ۱۹۳۰ء کے بعد بھی جاری رہا۔ اس لئے ان کو گوشہ گمنامی سے نکال کر منظر عام پر لانا محققین کے لئے نسبتاً سہل ہو سکتا ہے۔ خواتین کی مضمون نگاری کو مردوں کی تحریر قرار دینے کا ایک مثبت پہلو یہ ضرور نکلتا ہے کہ ان خواتین کا علم، اظہار بیاں اور اسلوب یقیناً کسی طور پر اپنے ہم عصر اور نامور ادباء سے کم نہیں تھا۔ اور اگر انہیں معاشرتی طور پر پابندیوں کا سامنا نہ ہوتا تو شاید اس دور کی خواتین کے علمی کارنامے مردوں سے بھی زیادہ ہوتے۔

خواتین کے مضمون نگاری کے لئے منتخب کردہ موضوعات کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ تمام موضوعات سماجی ومعاشرتی، نفسیاتی ضروریات سے ہم آہنگ تھے۔ مثلاً ممتاز جہاں بیگم "کا مضمون "اٹھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا" میں علم کو مسلمان کی میراث قرار دیا گیا۔ اور موجودہ دور میں عورت کو اس تعلیمی حق سے محروم کرنے پر ان کا قلم احتجاج کرتا ہے۔ اسلام کے دور عروج کا ذکر تفصیل سے کیا کہ وہ زمانہ صرف مذہبی اور اخلاقی ترقی کا زمانہ نہیں تھا بلکہ علمی اور عملی ترقی کا زمانہ تھا۔ درحقیقت اخلاقی ترقی اسی دور سے وابستہ ہے۔ یہی اخلاقی ترقی مذہبی ترقی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام نے ترقی کے لئے اشاعت علم کا عظیم کام انجام دیا تھا اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہی یہ تھی کہ علم، عمل،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

فن سپہ گری الغرض ہر صیغہ میں اور ایک بات میں ان لوگوں نے ایسی ترقی کی کہ جس سے بچہ بچہ واقف ہے:(۱۹)

خواتین کے اصلاح رسوم کے حوالے سے مضامین بھی اہم ہیں۔ بے جوڑ شادیاں، شادی بیاہ کی رسمیں، منگنی کی حیثیت اور کم عمر کی شادی پر نہایت عمدہ مضامین ان رسائل میں ملتے ہیں۔ کم عمری اور بے جوڑ کی شادی کئی افراد کو تمام عمر ذہنی اذیت میں مبتلا کئے رکھتی ہے۔ "لڑکیوں سے اجازت شادی" ایسا مضمون ہے جس میں لڑکیوں سے ان کی شادی پر رائے لینے کی مخالفت کی گئی ہے اور والدین کو اس لڑکی کا حقیقی خیر خواہ قرار دے کر فیصلہ کا حق والدین کو سونپا گیا۔ مضمون کے اختتام پر والدین کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ اچھی طرح دیکھ بھال کر فیصلہ کریں:(۲۰)

خواتین کے مضامین میں کہیں بھی معاشرے اور روایات سے بغاوت کا عنصر نظر نہیں آتا۔ عورت کے حقوق کی بات کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا گیا کہ عورت اپنی تہذیب و معاشرت سے جڑی رہے۔ وہ رسم رواج کی اصلاح کرے مگر رسم ورواج سے بغاوت نہ کرے۔ تعلیم سے سلیقہ اور ہنر سیکھے پھر گھر داری اور گھریلو ذمہ داریوں کو بہ احسن نبھائے۔ اس کی بول چال اور رکھ رکھاؤ سے سلیقہ مندی اور نفاست عیاں ہو۔ ان امور پر کثرت سے مضامین لکھے گئے جن سے مستورات کو ذہنی، جسمانی، روحانی اور اخلاقی رہنمائی میسر آئی۔ تعلیم کا حصول اور خواتین کو ان کے حقوق کی فراہمی بنیادی مقصد تھا۔ گھر داری، سلیقہ، رشتوں میں توازن اور ہم آہنگی، بچوں کی تربیت، عائلی معاملات میں خاتون خانہ کی ذمہ داریاں، اور معاشرتی ترقی وسماجی اصلاح کو خواتین کی تعلیم سے مشروط کیا گیا۔ اس سے مردوں میں مستورات کی تعلیم کا احساس بیدار ہوا۔ طبقہ نسواں نے ان مضامین سے ان رسائل واخبارات اور کتب تک رسائی حاصل کی جو ان کے لئے گھر بیٹھے تعلیم، رہنمائی اور راحت کا وسیلہ بننے لگیں۔ مضمون نگار خواتین نے کتب بینی کی اہمیت وافادیت پر مضامین تحریر کئے اور مستورات کو فارغ وقت میں ایک دلچسپ مشغلے کی طرف راغب کیا۔

ان مستورات نے سماج اور زندگی کے ہر شعبے کو اپنا موضوع بنایا۔ تمدنی و معاشرتی اصلاح کے مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے، تعلیمی، تاریخی، مذہبی اور اخلاقی مضامین تخلیق کئے۔ دنیاوی تعلیم کا رشتہ مذہبی تعلیم اور اخلاقیات سے جوڑنے کی سعی کی۔ ظاہر کو بدلنے کے لئے باطن کی اصلاح پر زور دیا۔ وہ تمام برائیاں جو شعوری اور لاشعوری طور پر خواتین میں موجود ہوں مثلاً جھوٹ، غیبت، حسد کے حوالے سے احساس جگایا کہ یہ برائیاں آنے والی نسلوں اور معاشرے کو منتقل ہوتی ہیں۔ لہذا ان کا ترک کرنا ضروری ہے۔ وہم، توہمات، شگون پرستی، جھاڑ پھونک کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا۔ رشتوں اور تعلقات میں محبت، ہمدردی، تعاون اور مروت کا جذبہ بیدار کرنے کی سعی کی گئی۔ کم

عمری کی شادیوں، غیر ضروری رسومات، فضول خرچی کے خلاف قلم اٹھایا۔

ان خواتین نے اپنے مضامین کے ذریعے اپنا علم اور مشاہدہ گھر گھر پہنچایا۔ عورتوں کی تعلیم کی راہ ہموار کی ۔ ان کے حقوق کے لئے آگہی پیدا کی، مستورات کو علم کا شوق اور اظہار بیان کا ایسا ذوق بخشا کہ مستقبل میں ایسی خواتین منظر عام پر آئیں، جنہوں نے علم وادب کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اگرچہ بیشتر خواتین کے ادبی کارنامے تاحال منظر عام پر آنے کے بجائے گرد آلود رسالوں میں دفن ہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں خواتین کی علمی وادبی ترقی اوران کے لئے حقوق کی فراہمی ان ہی خواتین کے ذہن اور قلم کی مرہون منت ہے، جنہوں نے آج سے ایک صدی قبل قلمی جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ یہ مضامین اس جدوجہد کی قابل فخر اور لازوال داستان ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ رفیعہ سلطانہ،ڈاکٹر،"اردو ادب کی ترقی میں خواتین کا حصہ"(نیشنل بک ڈپو،حیدر آباد،سن طبع ندارد)ص:۱۸۳

۲۔ ایضاً

۳۔ امداد صابری،"تاریخ صحافت اردو"(جلد سوم)(جدید پرنٹنگ پریس،۲۲، گلی کبابیاں:دہلی، ۱۹۶۳ء)ص:۳۵۳

۴۔ جمیل اختر،ڈاکٹر،"اُردو میں جرائد نسواں کی تاریخ،ابتداءسے آزادی تک"(جلد اول)(کتابی دنیا:دہلی، ۲۰۱۶ء)ص:۱۱۱

۵۔ نذیر شاہنواز،اُردو تحقیق وتنقید میں تین نمایاں خواتین"مشمولہ "جدید نثر کے فکری اور تخلیقی رجحانات" (مرتبین)شوکت نعیم قادری، سید عامر سہیل (ملتان آرٹس فورم، سنگ میل پریس، ملتان، بار اول، ۲۰۰۱ء)ص:۳۶

۶۔ نصیر الدین ہاشمی،خواتین عہد عثمانی میں(عظیم سٹیم پریس:حیدر آباد دکن،۱۹۳۶ء)ص:۹۹

۷۔ آمنہ تحسین،ڈاکٹر"حیدر آباد میں اردو کا نسائی ادب"(ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس:دہلی،۲۰۱۶ء)ص:۸۷

۸۔ رفیعہ سلطانہ،ڈاکٹر"اُردو ادب کی ترقی میں خواتین کا حصہ"ص۷۵

۹۔ ایضاً،ص:۷۸

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۰۔ نصیر الدین ہاشمی:"خواتین عہد عثمانی"میں ص،۱۰۴

۱۱۔ نصیر الدین ہاشمی دکن میں اُردو آندھرا میں اُردو"(مکتبہ ابراہیمیہ پریس اسٹیشن: حیدرآباد،۱۹۳۶ء) ص ۹۲۴

۱۲۔ نصیر الدین ہاشمی خواتین دکن کی اُردو خدمات (رزاقی مشین پریس: حیدرآباد دکن ۱۹۴۰ء) ص ۱۲۱

۱۳۔ ایضاً ص:۹۹

۱۴۔ ایضاً ص:۱۸۳

۱۵۔ ایضاً ص:۳۷

۱۶۔ عبدالرزاق بسمل،"تذکرہ جمیل"(شمس الاسد پریس: حیدرآباد دکن،۱۹۲۹ء) ص:۳۸

۱۷۔ ایضاً ص:۱۰۱

۱۸۔ ایضاً ص ۸۷

۱۹۔ "اٹھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا" ممتاز جہاں بیگم ،مشمولہ "عصمت" مطبوعہ جولائی ۱۹۱۰ء، جلد:۵، شمارہ:۱، ص ۳۷

۲۰۔ "لڑکیوں سے اجازت شادی" احمد بیگم دہلوی، مشمولہ "تہذیب النسواں "مطبوعہ ۲۲ مئی ۱۹۲۶ء، جلد:۲۹، شمارہ ۲۱، ص:۸۰۸